کامیاب مدرس کی دس نمایاں اور امتیازی خوبیاں

یزید احمد نعمانی

مصعب بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنے صاحب زادے سے فرمایا: ''اے میرے لخت جگر! علم حاصل کرو، اگر تمہارے پاس مال ہوا تو یہ علم تمہارے لئے زینت اور شان افتخار ہے اور اگر تمہارے پاس دنیا کی دولت نہ ہوئی، تب بھی یہ علم تمہارے لئے کسی متاع بے بہا سے کم نہیں۔''

دین اسلام کی جامعیت، کمال اور بلندی ہر ہر جہت سے اکمل و مکمل ہے، ان کمالات و محاسن اور فضائل و مناقب میں سے ایک نمایاں خوبی اور ممتاز وصف ''علم وحی'' ہے۔ قرآن وسنت نے جا بجا مختلف مقامات پر حصول علم کی ترغیب و تشویق دے کر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ایک عالم و عارف کبھی بھی کسی جاہل و ناداں کے برابر نہیں ہوسکتا، ان کے درمیان کسی مساوات و ہمسری کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، یہ ''علم'' ہی ہے جس کی طرف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں معلم واستاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' یہ کتاب وسنت کا علم ہی تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باب ''دار الحکمت'' بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس گئے گزرے دور اور معاشرے میں جو حضرات تعلیم و تعلم دین سے منسلک اور وابستہ ہیں، ان کی حیثیت، مرتبت اور اہمیت مسلم ہے۔ بقول حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ''تعلیم (دین) کی حالت دوسرے کاموں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے انجن کا پہیہ کہ اس کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے، اگر اس کی حرکت بند ہوجائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہوجائے، مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو نہیں ہوتا۔ درس و تدریس (دین) سب محکموں کی روح ہے، خواہ تقریر ہو، خواہ تحریر، خواہ تصنیف سب اسی تعلیم (دین) کی فرع ہیں، مگر اس وقت سب سے زیادہ اسی کو بے کار سمجھ رکھا ہے، عام طور سے لوگوں کی نظر میں علماء کی وقعت کم ہے۔'' (تحفۃ العلماء 69/1)

آج کے مادہ پرست، ظاہر بیں اور بناوٹ شعار زمانے میں مجموعی طور پر ''مدارس دینیہ'' بحمد للہ ایک معلم و مدرس کو اس کا وقار و عزت ویسے ہی فراہم کرتے ہیں، جو اس کے منصب و مقام کا تقاضا ہے، مرور ایام نے جہاں طلبہ علوم دینیہ کو تن آسان،

سہل پسند اور غفلت کا خوگر بنا دیا ہے، وہاں اساتذہ اور مدرسین علوم نبویہ کی ذمہ داریاں اور ان کے بلند رتبہ مقام کے تقاضے بھی پہلے سے کئی گنا بڑھ چکے ہیں، سستی، بے فکری اور عدم توجہی کی اس تاریک وسیاہ فضا میں وہ کون سے ایسے قابل توجہ اسباب وعوامل ہیں جن کو بروئے کار لا کر ایک کامیاب مدرس ومعلم اپنے متعلمین ومنتسبین کی صلاحیتوں کو دو آتشہ بنا سکتا ہے؟ جن سے استفادہ کر کے وہ اپنے لئے کامیابی وکامرانی کی راہیں ہموار کرسکتا ہے؟ جن کی بنیاد پر امت بیضا کو معتبر رجال کار اور مستند افراد دین مہیا کیے جاسکتے ہیں؟ آیئے! ایک جمالی، مگر موثر انداز میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں۔

وقت کی پابندی:...... پابندی وقت ہر عقل مند انسان کی خوبی ہے، تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے اور کروانے کا بنیادی اصول مقررہ وقت کا بھرپور اور درست استعمال ہے، اپنے وقت کی کامل حفاظت اور اسے تول تول کر خرچ کرنا ہی کامیاب تدریس کی جانب پہلا قدم ہے، اس حوالے سے ذرا سی بے التفاتی وبے توجہی اور تساہل نہ صرف آپ کے علمی، عملی اور اخلاقی رویے کے منافی ہے، بلکہ آپ کے زیر تدریس شاگردوں پر بھی اس کے برے اور منفی اثرات پڑ سکتے ہیں، جو یقیناً ان کے بہتر مستقبل کے حوالے سے زہر قاتل ہے، وقت کا التزام یہ تو اچھی اور قابل تحسین عادت وصفت ہے، البتہ اپنے گھنٹے سے قبل دوسرے استاد کے گھنٹے کا وقت لیا جائے اور نہ ہی مقررہ وقت ختم ہونے کے بعد دوسرے مدرس کے اوقات میں بے جا دخل اندازی کی جائے، متعین ساعتوں میں اپنی بات سمیٹنا اور تکمیل تک پہنچانا اخلاقاً وشرعاً آپ کی ذمہ داری ہے۔

تفہیم سے قبل تفہم:...... وقت کو معتدل انداز میں اسی وقت اپنے لئے کار آمد اور مفید بنایا جاسکتا ہے، جب آپ تعلیم گاہ میں جانے سے پہلے متوقع سبق کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہوں، بسا اوقات عبارت میں کسی قسم کی غلطی وابہام کی وجہ سے صحیح معنی اور مفہوم اخذ نہیں ہو پاتا، چنانچہ اس مرحلے کو اگر پہلے ہی عبور کر لیا جائے تو یقیناً آپ مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ طلبہ کو سمجھا سکتے ہیں، اسی طرح عبارت کے مالہا وماعلیہا کی آگاہی اور واقفیت سے افہام کا راستہ آسان اور سہل ہو جاتا ہے، سبق کی روانی اور رفتار بھی متاثر نہیں ہوتی، یاد رکھئے! سمجھانے سے قبل سمجھنا، بولنے سے پہلے سوچنا اور کرنے سے پیشتر نتائج پر نظر رکھنا آپ کے انداز تدریس اور معیار تعلیم پر خوش گوار اور دیرپا اثرات ڈال سکتے ہیں۔

اسلوب تعلیم:...... ہر انسان کو خالق کائنات نے مختلف خوبیوں اور محاسن سے نوازا ہے، یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھائی اور خوبی کسی انسان میں ہو تو لازماً دوسرے فرد میں بھی پائی جائے، مگر چند ایسی صفات ضرور ہیں جو مشترکہ طور پر ہر انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہوتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کون کتنا اور کس خوبی سے اس کو اپنے تصرف میں لا کر اپنے لئے ترقی کی منزلیں قریب کرتا ہے۔ ایک مقبول اور ہر دل عزیز استاذ کی پہچان اور اس کا تعارف یہ ہے کہ وہ سبق اور درس کو شاگردوں کے ذہن وفہم کے قریب لے آئے، یہ قرب ونزدیکی اس قدر ہو کہ کوئی طالب علم اس کتاب اور سبق سے وحشت وتنگی اور دوری محسوس نہ کرے لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟...... جواب بہت سیدھا اور آسان ہے، درس ہمیشہ "تقطیع اور تجزی" کے اصول پر پڑھایا جائے، یعنی دانش گاہ میں قدم رکھنے سے قبل ہی آپ ذہناً اس بات کو مستحضر کر لیں کہ آج میرے سبق میں کتنی باتیں، کتنے مباحث، کتنے قاعدے اور کتنے نکات ہوں گے؟ اس تعین وتحدید کے بعد عبارت پر اس

کو منطبق کر دیں، انشاء اللہ العزیز کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

طلبہ کی استعداد:...... بلاشبہ ہر اچھے مدرس کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ اس کے طلبہ علمی لیاقت اور فنی استعداد میں مضبوط اور پختہ ہوں، اس خواہش کے شگوفے اسی وقت چٹکیں گے، جب آپ طلبہ کو بھی اپنے تدریسی عمل کا حصہ بنالیں۔ اس کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ روزانہ کی بنیاد پر ان سے عبارت خوانی کروائی جائے۔ ''سب نہ سہی، ایک سہی، زیادہ نہ سہی، مختصر سہی'' کے اصول اور ضابطے کو سامنے رکھ کر، چلا جائے تو بہت کچھ پایا جاسکتا ہے، دوسری صورت یہ کہ گزشتہ سبق کا حتی الامکان اعادہ کروائیں، چاہے خود سن کر یا آپس میں تقسیم کر کے، تیسری صورت یہ کہ ہفتے دو ہفتے میں سابقہ خواندگی کا سرسری لیکن تنقیدی جائزہ لیں، ان امور کی رعایت سے استاذ کے ذہن میں خود بھی نئی نئی باتیں اور اچھوتے خیالات جنم لیتے ہیں، جو عمل کی بھٹی سے نکل کر کندن کی صورت اختیار کر جاتے ہیں، ضرورت ہے فقط ہمت اور حوصلہ کی!!

مصطلحات فن اور طلبہ:...... اولین اور بنیادی درجات میں اس بات کا التزام ولحاظ رکھا جائے کہ طلبہ کو صرف ونحو، فقہ واصول فقہ، اصول تفسیر وحدیث اور منطق وبلاغت کے مصطلحات خوب از بر ہوں، شروع میں اس اہم اور طالب ریاضت مرحلے کو نظر انداز کر دینے کی مضرت ونقصان آخر تک نظر آتا ہے، ابتدائی طالب علموں کے اذہان وافکار اس خام مال کے مثل ہیں جسے ماہر اور موقع شناس کاریگر کسی بھی عمدہ سانچے اور خوبصورت ظرف میں ڈھال سکتا ہے، چنانچہ اس وقت کا معیاری اور کامیاب استعمال اسی صورت ممکن ہے جب ان تازہ ذہنوں کو حذاق ومشاق مدرس اپنے متعلقہ فن کی موٹی موٹی تعریفات بمع امثال یاد کرا دے جو آگے چل کر ان کے لئے مطولات کے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

علمی تشنگی کی آبیاری:...... حدیث مبارک میں رسول معلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور نکتہ رس سوال کو ''آدھا علم'' فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ طالبان علوم نبوت میں یہ علمی پیاس اور تشنگی کا ذوق وشوق کیسے اور کیوں پیدا ہوسکتا ہے یا کیا جاسکتا ہے؟ اس کا حل حدیث میں موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے ایک سوال فرمایا، کسی کو جواب نہ آیا، میں جان گیا کہ اس سوال کا کیا جواب ہے، لیکن بوجہ شرم وحیا اور صغرسنی کے مجھے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم'' میں مندرجہ حدیث شریف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں: ''استاذ کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے متعلمین و مستفیدین سے از خود سوال کرے جس کے ذریعے ان کے انداز فہم کی جانچ و پرکھ کے ساتھ ساتھ، ان میں غور وفکر اور سوچ وبچار کی جانب رغبت وشوق پیدا کرنے کی کاوش شامل ہو، اگرچہ معلم طلبہ کے سامنے اس بات کو اس انداز میں بیان کر چکا ہو کہ وہ اپنی کم فہمی اور ناسمجھی کی بنا پر اس سوال کی گہرائی اور حقیقت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔'' (ص:108)

دوران درس ناصحانہ کلمات:...... والد اور استاذ کے مابین کلیدی فرق وامتیاز یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کی مادی اور ظاہری وجسمانی نشوونما کرتا ہے، جب کہ ایک مشفق ومہربان مدرس اپنے زیر نگرانی شاگرد کی باطنی وقلبی اور روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، ہر باصلاحیت معلم اور جوہر شناس استاذ کی نظر ہمہ وقت اپنی روحانی اولاد کی سیرت وکردار پر رہتی ہے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس قیمتی اور زریں دور کی کمی اور کجی پوری عمر کا روحانی روگ بن سکتی ہے، اس لئے ضرورت اس

امر کی ہے کہ حقیقت پسند اور نفسیات شناس مدرس اپنے آپ کو فقط کتاب کی تدریس وتعلیم تک محدود نہ کرے، بلکہ دوران درس کوئی نصیحت آموز کلمہ، کوئی فکر انگیز واقعہ، کوئی نظریہ ساز جملہ کہہ کر اپنے زیر تربیت نونہالوں کی عملی زندگی کا دھارا بدلنے میں مثبت اور نتیجہ خیز کردار بھی ادا کرے۔

معتدل مزاجی:......طلبہ کے ساتھ اعتدال، میانہ روی اور دوستانہ رویہ، ان کی فکری، علمی اور ذہنی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں بے حد مفید ومعاون ثابت ہوتا ہے، جہاں خشک مزاجی، بے جا غصے کا اظہار اور حد اعتدال سے بڑھی ہوئی سختی اور تشدد جہاں آپ کو طالب علم سے دور کر دیتی ہے، وہاں افراط کا شکار نرمی، طبیعت میں عدم سلیقے کا عنصر اور طلبہ سے فضول گپ شپ بھی درس گاہ کے عمومی اور آپ کے پڑھانے کے خصوصی ماحول کو متاثر و بدنما کرتی ہے، ایسی فضا اور ماحول، جس میں توسط واعتدال کا رنگ ووصف نمایاں اور عیاں ہو، آپ کی ذہنی پختگی اور بہترین انتظام کا مظہر سمجھی جائے گی، ورنہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی کمی یا کوتاہی سے پیدا ہونے والے نتائج کا سدباب ناممکن اور محال ہے۔

طلبہ میں امتحانی شعور اجاگر کرنا:......ایک کسان کے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا سب سے بڑا لمحہ وہ ہوتا ہے، جب اسے اپنے ہاتھوں بویا ہوا بیج......ایک لہلہاتی، ہوا کے دوش پر لپکتی اور ہری بھری فصل کی صورت میں نظر آتا ہے، بالکل اسی طرح صاحب دل استاذ کے لئے راحت اور عزت کا مکمل سامان اس وقت میسر ہوتا ہے، جب اس کے ہونہار طلبہ امتیازی اور نمایاں حیثیت ومرتبہ حاصل کریں، اگر چہ امتحان دینا شاگرد اور متعلم کا کام ہے، مگر اس کی تیاری کے لئے لائحہ عمل، طریقہ امتحان کی وضاحت اور لکھنے کی ڈھنگ کی صورت گری جیسے مراحل استاذ کے ہاتھوں ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں، جائزہ چاہے تحریری ہو یا تقریری، ہر دو کے لئے چند راہ نما اور سودمند ہدایات بتلانے سے طالب علم کا حوصلہ بڑھتا ہے، اسے ڈھارس ملتی ہے، اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ایک قوت میری سرپرستی اور راہ دکھلانے والی موجود ہے، اس احساس کا منطقی نتیجہ بہت خوشگوار اور فرحت بخش ہوتا ہے۔

اساتذہ میں باہم جوڑ واتفاق:......کوئی ادارہ، جماعت اور معاشرہ ایک فرد وانسان سے مکمل وتام نہیں ہوتا، مختلف مزاج اور متفرق طبیعتیں مل کر ہی کسی مدرسہ، اسکول اور گھر کو وجود بخشتی ہیں، ان الگ الگ مزاجوں اور طبیعتوں کا کسی امر پر متفق ومتحد ہو جانا، اس کی پائیداری، مضبوطی اور پختگی کے لئے بنیادی وکلیدی اہمیت رکھتا ہے، اس کے برعکس افتراق و انتشار، فتنہ وفساد اور ٹوٹ پھوٹ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، قابل، محنتی اور مخلص استاذ ہمیشہ ایثار پیشہ، منکسر النفس اور اعمال صالحہ کا حریص ہوتا اور رہتا ہے، اس کی ابتدا سے یہ کوشش وسعی ہوتی ہے کہ اس کی ذات، کردار اور شخصیت، مدرسہ، اسکول اور ادارے کے مجموعی ماحول کے لئے تکدر اور خرابی کا باعث وسبب نہ بنے، اس کے کسی قول وعمل سے دوسرے کی دل آزاری، دل شکنی اور دل شکستگی نہ ہو، ایک شخص اور فرد کا یہ عزم وارادہ اور نیت پورے ادارے اور جماعت کے استحکام ودوام کا ذریعہ بن سکتا ہے، وگرنہ ایک چنگاری ہی پورے ڈھیر کو راکھ بنا دینے کے لئے کافی ہو جاتی ہے، اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح معنوں میں دین کا خادم وسپاہی بنائیں۔آمین

☆......☆......☆